بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

اَلْفَضْلُ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

خلافت نمبر

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر روشن دین تنویر

The Daily ALFAZL RABWAH

بجز یکشنبہ

قیمت فی پرچہ ۲۵ پیسے

جلد ۵۳/۱۸ | ۲۴ ہجرت ۱۳۴۳ ہش | ۱۱ محرم ۱۳۸۴ھ | ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء | نمبر ۱۲۱

شرح چندہ

سالانہ	۲۶ روپے
ششماہی	۱۴ "
سہ ماہی	۸ "
ایک ماہ	۳ "
فی پرچہ	۱۲ پیسے
خطبہ نمبر	۶ روپے

— فون نمبر ۴۹ —

شرح چندہ

سمندری ڈاک	۴۷
بیرون اسلامی ممالک	۳۷
ہوائی ڈاک سنیڈا وغیرہ	۶۳
انگلینڈ وغیرہ	۸۳

— تار کا پتہ: ڈیلی الفضل

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے

اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت احمدیہ میں خلافتِ حقہ کے قیام اور قیامت تک اس کے جاری رہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیۃ ص۶)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

— محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب —

ربوہ ۲۳ مئی بوقت ۷ بجے صبح

کل دن بھر حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی۔ کل حضور سیر کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ رات سردی کی وجہ سے طبیعت بے چین رہی۔ الحمدللہ طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۳ مئی۔ کل یہاں نماز جمعہ مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی۔ آپ نے خطبہ جمعہ میں تربیتِ اولاد کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ اس ضمن میں آپ نے مختلف مقامات پر یوم والدین منانے کے سلسلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کی مساعی کو سراہا اور احباب کو توجہ دلائی کہ وہ "یوم والدین" کے جلسوں میں شریک ہو کر خدام کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمائیں۔

یاد رہے آج مورخہ ۲۳ مئی بروز ہفتہ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں "یوم والدین" کے سلسلہ میں ایک جلسہ ہو رہا ہے۔

ربوہ ۲۳ مئی۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کو تانگہ کے حادثہ کے زخم میں دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی ہے۔ سفر کے باعث زخم بڑھ گیا ہے۔ اور چلنا پھرنا سخت مشکل ہو گیا ہے الگزیما کی شکل ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترم مولوی صاحب موصوف کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء

قدرتِ ثانیہ اور اسیرانِ سلطانی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں :-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی... میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔"

(رسالہ الوصیت صفحہ ۷ - ۸)

اخبار الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۶ جون ۱۹۰۸ء میں اوپر کا حوالہ درج کر کے یہ نوٹ درج کیا گیا ہے :-

"جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان ہوا تو آپ کو متفقہ طور پر قدرتِ ثانیہ کا مظہر اول قرار دیا گیا۔ چنانچہ اخبار الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۶ جون ۱۹۰۸ء میں رسالہ الوصیت کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"یہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے اس کے لئے جماعت کا فرض ہے کہ ہر جگہ اس قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے مل کر دعا کریں اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کا مظہر اول ہمیں عطا کیا!"

یہ تھی اس وقت کے ان تمام اکابر جماعت کی رائے جنہوں نے سیدنا حضرت الحاج مولوی نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جنازہ دفن ہونے سے پیشتر ہی خلیفہ منتخب کر لیا۔ اس وقت ان اکابر میں سے ایک شخص نے بھی اسکے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور ایک شخص نے بھی یہ نہیں کہا تھا ارے کیا کر رہے ہو :-

"الوصیت میں حضور نے جماعت کے نظام کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ کا تعلق لوگوں کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لینے کیساتھ ہے۔ اس کی مدت اس وقت تک ہے جب تک کہ کوئی شخص وحی الٰہی پا کر کھڑا نہیں ہوتا اور لازماً ایسا شخص حدیث کی پیشگوئی کے ماتحت مجدد ہی ہوگا اور یہی مفہوم حضور کے ان الفاظ کا ہے :-

"میں خدا کی قدرت ہوں اور میرے بعد اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا اظہار ہوں گے۔"

ظاہر ہے کہ مجددوں کا سلسلہ تو قیامت تک چلے گا.... اور اب مجدد اس سلسلہ میں ہی پیدا ہونگے پس جس طرح حضرت اقدس خود بحیثیت مجدد ہونے کے ہی خدا کی مجسم قدرت ہیں اسی طرح حضور کے بعد آنیوالے مجدد بھی خدا کی قدرت کا ہی مظہر ہوں گے ان کے ظہور سے قبل انجمن ہی نظام سلسلہ کو چلاتی رہیگی جیسا کہ فرمایا کہ :-

"جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔"

ظاہر ہے کہ روح القدس سے تائید یافتہ مجدد ہی ہوں گے۔" (پیغام صلح ۵/۱۲/۳۴ صفحہ ۵)

رسالہ الوصیت کی مزید مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا ورسلی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخمریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیدیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ ؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔"

(رسالہ الوصیت صفحہ ۶ - ۷)

اس سے ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرتِ ثانیہ سے مراد اپنی خلافت لی ہے جس طرح کہ سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ ہوئے تھے۔ خدا جانے پیغام صلح کے نامہ نگار نے قدرتِ ثانیہ کے معنی مجدد کہاں سے لئے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام حمامۃ البشریٰ میں فرماتے ہیں :-

ثمّ یسافر المسیح الموعود
او خلیفۃٌ من خلفائہ
الیٰ ارض دمشق۔

یعنی مسیح موعود علیہ السلام خود یا آپ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ارض دمشق کی طرف سفر کریگا۔ اس حوالے سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد خلافت المسیح قائم ہوگی اور وہی "قدرتِ ثانیہ" ہے۔

اسی ضمن میں خواجہ کمال الدین صاحب کا رؤیا بھی جو ہم کسی دوسری جگہ (صفحہ ۱۱) نقل کر رہے ہیں ظاہر کرتا ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں خلافت المسیح کا قیام اللہ تعالیٰ کی جانب سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر کے عین مطابق ہوا ہے۔ خواجہ صاحب کا یہ رؤیا کئی وجوہات سے پیغامیوں کے لئے عبرت کا بیش بہا سامان مہیا کرتا ہے۔ اس میں اس فتنہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے جو خلافت المسیح الاول سے اعلانیہ طور پر شروع کر دیا گیا تھا اور جو آج تک چلا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جماعتِ احمدیہ کو اس فتنہ کے ضرر سے محفوظ رکھتا چلا آرہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ رؤیا بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام "مبارک نہایت ہی مبارک" ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کو رؤیا میں شاہی اسیر بیان کیا گیا ہے اور پھر انہیں دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم ہوا ہے۔ صاف طور پر ان بزرگوں کی خلافت سے بغاوت اور اسکی سزا کا اشارہ جلا وطنی کی صورت میں ظاہر ہے۔ اس رؤیا میں خواجہ صاحب اپنا اور مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کرتے ہیں اور دو ٹولیاں پیش ہوتے ہیں۔ ایک مولوی محمد علی کی قیادت میں اور ایک خود خواجہ صاحب کی قیادت میں جس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ جرم تو ایک ہی قسم کا دونوں سے سرزد ہوا تھا مگر ان دونوں ٹولیوں کا بھی باہم اختلاف تھا ان میں سے ایک کے سربراہ مولوی محمد علی تھے جو اپنے دوستوں کے ساتھ لاہور منتقل ہو گئے اور اپنی مسجد ضرار الگ بنالی ملاحظہ ہو۔

"مولوی نور الدین صاحب! تم جانتے ہو
کہ تم کون ہو۔ اور تمہاری حیثیت اس
وقت کیا ہے؟

میں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جس خاندان
شاہی کے ہم رکن تھے وہ دور بدل
گیا ہے اور ہم اس وقت اسیرانِ
سلطانی ہیں۔

مولوی نور الدین صاحب۔ کیا وجہ ہے کہ
تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جاوے
جو اسیرانِ سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا
ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں
سے نکال کر دوسرے وطنوں میں
آباد نہ کیا جاوے۔

میں۔ (بڑے جوش اور لاپرواہی کے ساتھ)
آپ کی جو مرضی ہے کریں جب ہم اسیر
سلطانی ہیں تو ہمارا چارہ ہی کیا ہے
ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا اب دور
بدل گیا ہے اب ہم قیدی ہیں۔ اگر
ہم کچھ اور چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں
جو آپ کی خوشی ہو کرو۔" (رؤیا خواجہ کمال الدین)

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۲۰۱)

افسوسناک وفات

مسقط سے بذریعہ تار اطلاع آئی ہے کہ مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب میڈیکل آفیسر کا بڑا بچہ عزیز قمر احمد کار کے حادثہ میں مورخہ ۲۲ مئی ۶۴ء بعمر پونے پانچ سال وفات پا گیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

عزیز قمر مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کا نواسہ تھا۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کے والدین اور دوسرے عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایمان افروز خطاب

حالات کے بدلنے کے ساتھ ہمیں اپنے طریق میں بھی تبدیلی کرتے چلے جانا چاہیئے

علمائے سلسلہ اور مصنفین کا فرض ہے کہ وہ نیا لٹریچر تیار کریں

تیاری لٹریچر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی سکیم

فرمودہ ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب جماعت سے جو بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا اس کا ایک غیر مطبوعہ حصہ آج ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ اس حصۂ خطاب میں حضور نے تبلیغ احمدیت کے متعلق بعض نہایت زریں ہدایات دینے کے علاوہ اشاعت لٹریچر کے متعلق اپنی سکیم کا ذکر فرمایا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس طرح ہر حالت میں اور ہر دور میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق خلافت کا بابرکت نظام جماعت کی بروقت راہ نمائی کا موجب بنتا رہا ہے۔ علماء و مصنفین سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ حضور کے ان ارشادات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش فرمائیں۔ تاکہ سلسلہ کی توسیع کے خدا تعالیٰ کے فضل سے نئے سے نئے رستے کھلتے چلے جائیں۔ یہ تقریر ادارۂ زود نویسی اپنی ذمہ واری پر احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ خاکسار۔ محمد یعقوب (مولوی فاضل) انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ

حضور نے فرمایا:

ایک بات میں دوستوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر سال جو دنیا میں آتا ہے وہ اپنے ساتھ

کچھ نئی مشکلات

لاتا ہے اور کچھ نئی آسانیاں بھی لاتا ہے جو قوم یا جو فرد بھی یہ خیال کر لیتا ہے کہ بس ہمارے اوپر پچھلے پانچ یا سات سال سے جو کچھ گزرا تھا وہی گزرتا چلا جائے گا اس سے زیادہ نادان اور غافل کوئی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً ساری دنیا بدلتی ہے بدلتی چلی جائے گی۔ اور جب دنیا بدلتی ہے تو کونسا انسان ایسا ہو سکتا ہے جو ایک جگہ پر کھڑا رہے اور اس کے لئے حالات نہ بدلیں۔ ہر گھر میں دیکھ لو ہر سال میں کوئی مر جاتا ہے اور کوئی پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا ایک صورت ترقی کی ہوتی ہے اور ایک تنزل کی ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح لوگ بالعموم سموئے جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ

دنیا کا قدم آگے نکلتا

چلا جاتا ہے اور بعضوں کا آہستہ آہستہ پیچھے گرنا شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں ایک وقت میں لگ ضرور رہتی ہیں۔ مگر جماعت کے دوستوں کو میں نے دیکھا ہے کہ قومی لحاظ سے انہیں اس کا احساس نہیں ہوتا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس حالت سے ہم گزر رہے ہیں۔ اسی حالت میں ہم گزرتے چلے جائیں۔ اور یہ ناممکن بات ہے۔ اگر اسی حالت میں ہم گزرتے چلے جائیں تو یقیناً ہم پر ایک موت طاری ہو جائے گی۔ درحقیقت انسان موت سے بچتا ہے حرکت کے ساتھ۔ تمام قرآن کریم اسی سے بھرا ہوا ہے کہ کام کرنا اور عمل کرنا بس یہی انسان کی زندگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اب تو دیکھ لو جو

نیا اضافی فلسفہ

نکلا ہے اور آئن سٹائن نے نکالا ہے۔ اس میں اس نے اصول ہی یہ رکھا ہے۔ کہ ایک خاص حد تک تیز رفتاری میں موت سے انسان بچ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہلاکت اور تباہی اس تیزی سے پیچھے پیچھے ہے۔ جب کوئی چیز سورج کی روشنی سے بڑھ کر رفتار میں تیز ہو جائے۔ تو پھر جو چیز بھی اس رفتار میں تیز ہو جائے گی وہ موت سے بچ جائے گی۔ تو تیز رفتار انسان کو ہلاکت سے بچاتی ہے۔ کھڑے رہنے کی خواہش کرنا یا آہستہ چلنے کی خواہش کرنا قوم کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور نئی نئی مشکلات لاتا ہے تاکہ لوگوں کے اندر بیداری پیدا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نئی نئی مشکلات نہ لائے۔ تو آہستہ آہستہ لوگ سست ہوتے چلے جائیں۔ قرآن کی طرف رغبت کم ہو جائے۔ دین کی طرف رغبت کم ہو جائے قربانیوں کی طرف رغبت کم ہو جائے اور پھر وہ ایک قسم کے جانور بن کر رہ جائیں انسان نہ رہیں۔ اور اب تو ایک اور نئی بھی کی چیز ہمارے لئے پیدا ہو گئی ہے۔ جو ہمارے لئے خدا نے پیدا کی ہے کیونکہ اس کے فوائد اگر اسلام کو پہنچیں گے تو اسلام ہمارا ہے۔ ہم اس کے دعویدار ہیں اور وہ پاکستان ہے۔ ہمارے لئے بھی

کچھ نہ کچھ نئی مشکلات

پیدا ہو جاتی ہیں اور پاکستان کے لئے بھی اور باقی عالم اسلام کے لئے بھی کمزور انسان ان باتوں کو دیکھ کر گھبراتا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ مصیبت آ گئی وہ مصیبت آ گئی۔ لیکن عقلمند انسان سمجھتا ہے کہ ان مصیبتوں کے بغیر میری قوت عملیہ کبھی بھی اپنے پورے زور میں نہیں آئے گی۔ اور بغیر اس کے کہ قوت عملیہ اپنے پورے زور پر آئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔

ہماری ذاتی مشکلات میں سے سب سے پہلے احرار کی مخالفت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ان کی مخالفت کا سوال ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو اس کا یہ ہے کہ

لوگوں کے اندر مخالفت

ہوتی ہے۔ اور وہ مخالفت کی وجہ سے ہماری باتوں کے سننے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ چیز تو ہمارے لئے بُری ہوتی ہے مگر ایک صورت یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ جب کوئی شخص مخالف کی باتیں سنتا ہے تو وہ پھر کریدتا ہے کہ اچھا یہ ایسے گندے لوگ ہیں۔ ذرا میں بھی تو جا کے دیکھوں اور جب وہ دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ جو باتیں مجھے انہوں نے بتائی تھیں۔ وہ تو بالکل اور تھیں۔ اور یہ باتیں جو کہتے ہیں بالکل اور ہیں اور وہ ہدایت کو تسلیم کر لیتا ہے۔

مجھے خوب یاد ہے

میں چھوٹا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک صاحب رام پور سے تشریف لائے وہ رہنے والے تو لکھنؤ یا اس کے پاس کے کسی مقام کے تھے۔ چھوٹا سا قد تھا دبلے پتلے آدمی تھے۔ ادیب تھے شاعر تھے اور انکو محاورات اردو کی لغت لکھنے پر نواب صاحب رامپور نے مقرر کیا ہوا تھا۔ آ کے مجلس میں بیٹھے اور انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں رام پور سے آیا ہوں اور نواب صاحب کا درباری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ آپکو یہاں آنے کی تحریک کس طرح ہوئی۔ انہوں نے کہا میں بیعت میں شامل ہونے کیلئے آیا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ اس طرف تو ہماری جماعت کا آدمی بہت کم پایا جاتا ہے۔ تبلیغ بھی کم ہے آپکو اس طرف آنیکی تحریک کس نے کی۔ تو یہ لفظ میرے کانوں میں آج تک گونج رہے ہیں۔

اور میں آج تک اس کو بھول نہیں سکا۔ حالانکہ میری عمر اس وقت سولہ سال کی تھی کہ اس کے جواب میں انہوں نے بے ساختہ طور پر کہا کہ

یہاں آنے کی تحریک

مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی۔ میں تو شائد اپنی عمر کے لحاظ سے نہ ہی سمجھا ہوں گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر ہنس پڑے اور فرمایا۔ کس طرح؟ انہوں نے کہا مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتابیں دربار میں آئیں نواب صاحب بھی پڑھتے تھے اور مجھے بھی پڑھنے کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا جو جو حوالے یہ لکھتے ہیں میں ذرا مرزا صاحب کی کتابیں بھی نکال کر دیکھ لوں کہ وہ حوالے کیا ہیں خیال تو میں نے یہ کیا کہ میں اس طرح احمدیت کے خلاف اچھا مواد جمع کر لوں گا لیکن جب میں نے حوالے نکال کر پڑھنے شروع کئے تو ان کا مضمون ہی اور تھا اس سے

مجھے اور دلچسپی پیدا ہوئی

اور میں نے کہا کہ چند اور صفحے بھی اگلے پچھلے پڑھ لوں جب میں نے وہ پڑھے تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی شان اور آپ کی عظمت جو مرزا صاحب بیان کرتے ہیں وہ تو ان لوگوں کے دلوں میں ہے ہی نہیں۔ پھر کہنے لگے مجھے فارسی کا شوق تھا۔ اتفاقاً مجھے در ثمین فارسی مل گئی اور میں نے وہ پڑھنی شروع کی تو اس کے بعد میرا دل بالکل صاف ہو گیا اور میں نے کہا کہ جا کر بیعت کر لوں۔ تو مخالفت ایک رنگ میں مفید بھی ہوا کرتی ہے اور ایک رنگ میں مضر بھی ہوا کرتی ہے یعنی لوگ جوش میں آجاتے ہیں اور بعض دفعہ فساد کرنے لگ جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ سلسلہ کی باتیں سننے سے آئندہ محروم رہ جاتے ہیں۔ پس

ان دونوں نقطۂ نگاہ سے

ہمیں اپنے نظریئے تبدیل کرنے پڑتے ہیں جو مخالفت کا نقطۂ نگاہ ہے۔ اس سے ہم کو اپنا یہ نقطہ نگاہ تبدیل کرنا پڑتا ہے کہ ہم جس چستی کے ساتھ اپنا لٹریچر لکھ رہے تھے جس طرز سے ہم اپنا لٹریچر لکھ رہے تھے جس طرح ہم اس کی اشاعت کر رہے تھے جس طرح ہم تبلیغ کر رہے تھے ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ہم پرانے ڈگر پر چل سکیں اور اپنے پرانے طریق پر لوگوں تک پہنچ سکیں۔ کیونکہ اب لوگوں کے دل ہماری نسبت انقباض محسوس کر رہے ہیں اور اب ہمیں ان تک پہنچنے کے لئے نئے طریقے اور نئی طرزیں ایجاد کرنی پڑیں گی۔ اور جہاں تک لوگوں کو توجہ ہوتی ہے اس کے لحاظ سے ہمارے لئے سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ خود ہمارے گھروں تک پہنچتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے اس زمانہ میں بھی مخالفت کے باوجود کئی لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور وہ یہی بتاتے ہیں کہ ہم نے مخالفوں کی باتیں سنیں اور اس کی وجہ سے سلسلہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ایک اور بات جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے گزشتہ سال میں ایک سکیم تیار کی تھی اور اس بات کی خواہش کی تھی کہ

سلسلہ کی طرف سے کچھ لٹریچر

شائع کیا جائے۔ کچھ بچوں کے لئے ہو۔ کچھ درمیانی عمر والوں کے لئے ہو اور کچھ بڑے لوگوں کے لئے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے مصنفین اور علماء نے اس کی طرف پوری توجہ نہیں کی اس لئے اب میں نے اس کو خود اپنی نگرانی میں لے کر آدمی مقرر کر دئے ہیں کہ تم یہ کام کرو۔ پہلے ہم نے بچوں کا حصہ لیا ہے اور کچھ کتابیں مختلف لوگوں کے ذمہ لگا دی ہیں کہ یہ تم نے چند مہینوں کے اندر پوری کر کے دینی ہیں۔ چنانچہ

یہ کتابیں

فی الحال میں نے لوگوں کے سپرد کر دی ہیں (۱) ہستی باری تعالیٰ پر ایسا سادہ مضمون جس کو بچے سمجھ سکیں۔ (۲) معیار و شناخت نبوت۔ (۳) دعا (۴) قضاء و قدر۔ (۵) بعث بعد الموت (۶) بہشت و دوزخ (۷) معجزات (۸) فرشتے (۹) صفاتِ الٰہیہ (۱۰) ضرورتِ نبوت و شریعت اور اس کا ارتقاء (۱۱) عبادت اور اس کی ضرورت (۱۲) نماز (۱۳) ذکرِ الٰہی۔ (۱۴) روزہ (۱۵) حج (۱۶) زکوٰۃ (۱۷) معاملات۔ ۱۔ اچھے شہری ۲۔ کے فرائض۔ ورثہ ۳۔ تعلیم ۴۔ تربیتِ افراد ۵۔ میں قوم کا فرض اور اس کی ذمہ داریاں (۱۸) اخلاق اور ان ۱۔ کی ضرورت۔ ملت شخص پر ۲۔ مقدم ہے فرد پر ۳۔ خاندان مقدم ہوتا ہے۔ حکومت قوم پر ۴۔ مقدم ہوتی ہے۔ ظاہر و باطن ۵۔ دونوں کی ضرورت اور اہمیت۔ (۱۹) ماں باپ پر بچوں کے متعلق فرائض اور بچوں پر ماں باپ کے متعلق فرائض۔ (۲۰) حفظانِ صحتِ جسمانی بحیثیت ماحول اور حفظانِ صحتِ جسمانی بحیثیت فرد (۲۱) محنت کی عادت ۱۔ اور وقت کی پابندی۔ ایفائے ۲۔ عہد ۳۔ مظلوم کی امداد۔ سچ ۴۔ جھوٹ سے ۵۔ پرہیز۔ (۲۲) چندہ اور ۱۔ اس کی اہمیت۔ تبلیغ ۲۔ اور اس کی اہمیت۔ زندگی وقف ۳۔ کرنے کی اہمیت (۲۳) احمدیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہندوستان اور پاکستان کی اہمیت۔ (۲۴) حکومتِ ۱۔ اسلامی۔ حکومت اور رعایا ۲۔ کے تعلقات جہاد ۳۔ ان میں سے بعض مضامین پر تو مستقل رسالہ ہو گا اور بعض تین تین چار چار عنوانوں پر ایک ایک رسالہ ہو گا۔ یہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں امید ہے کہ کتابیں تیار ہو جائیں گی اور پھر ان کو اگلے سال یعنی ۵۳ء میں انشاء اللہ چھپوا دیا جائے گا اس طرح بچوں کی تربیت اور تعلیم میں بہت کچھ مدد مل جائے گی۔

دوسرا طریق

میں نے بڑے مضامین کے متعلق سوچا۔ میں نے پچھلے سال تحریک کی کہ ہمارے جو جامعہ کے لڑکے ہیں ان کو ڈگری نہ دی جائے جب تک یہ کسی نہ کسی مضمون کے متعلق کتاب نہ لکھ دیں۔ اس کے ذریعہ بھی بڑا مفید لٹریچر جمع ہو جائے گا۔ عنوان ہم مقرر کریں گے اور کام ان سے لیں گے اس طرح وہ مستقل کتابیں پیدا ہو جائیں گی جن کے ذریعہ ہماری جماعت بھی فائدہ اٹھائے گی اور دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اس سال چونکہ یہ بے وقت کارروائی شروع ہوئی اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ بجائے لمبی کتاب دینے کے

۷۵ پچھتر صفحوں کی کتاب

مقرر کر دی جائے اور ایسے عنوان مقرر کئے جائیں جن کو وہ زیادہ آسانی کے ساتھ لکھ سکیں۔ چنانچہ یہ کتابیں اس سال انشاء اللہ وہ تھیسس کے طور پر لکھیں گے اور پھر ان کو سلسلہ کی طرف سے (جو ان میں سے مفید ہوں گی) شائع کر دیا جائے گا۔

(۱) احکام الصلوٰۃ اور ان کی اصولی حکمتیں۔
(۲) اجراء نبوت فی الامۃ (حدیث کی روشنی میں جو کچھ اس مسئلہ پر علماء سلسلہ لکھتے آئے ہیں ان کا خلاصہ اور نئی تحقیق)
(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کی وجہ سے غیر احمدی مصنفین پر کیا اثر پڑا ہے (مسائل کے لحاظ سے)
(۴) اشتراکیت اور مذہب
(۵) الامام المہدی (اسلامی لٹریچر میں پہلے اس کی کیا اہمیت رہی ہے۔ اور اب مسلمان اس حقیقت کو کس طرح فراموش کرتے جا رہے ہیں)
(۶) ہمارے مشنز (یعنی اب تک جس جس جگہ ہمارے مشن قائم ہوئے ان کا ذکر نیز ان ممالک کے مختصر ضروری جغرافیائی اور تاریخی احوال اور مذہبی تحریکیں نیز مشن کے قیام کی تاریخ۔ کام کی نوعیت اور نتیجہ)
(۷) ہجرت از قادیان اور پیشگوئی دربارہ واپسی۔
(۸) مودودی تحریک پر تبصرہ
(۹) حضرت مسیح ناصری کی سیرت قرآن مجید کی روشنی میں۔
(۱۰) تاریخِ اسلام بعہد حضرت عمرؓ
(۱۱) تاریخِ اسلام بعہد حضرت ابوبکرؓ
(۱۲) سود کے متعلق ہمارا نقطۂ نظر
(۱۳) علوم متعلقہ حدیث
(۱۴) جہاد
(۱۵) انڈیکس کتاب تذکرہ
(۱۶) احکام صوم اور اسکی اصولی حکمتیں
(۱۷) اسلامی قانونِ وراثت

یہ گویا

سترہ کتابیں

انشاء اللہ تعالےٰ مارچ تک تیار ہو جائیں گی اور خدا تعالیٰ لے آیا تو ان میں سے بہت سی ۵۲ء میں شائع کر دی جائیں گی۔ آئندہ کے لئے اس سے زیادہ وسیع مضامین دینے کا ارادہ ہے۔ چونکہ اس دفعہ لڑکوں کو صرف تین تین مہینے کی مہلت دی گئی ہے۔ طریق کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ ہیڈنگ جو رکھے گئے ہیں ان کے متعلق کہا گیا کہ وہ ان کے ضمنی عنوان لکھ کر لائیں کہ ان کے کون کون سے پہلوؤں پر وہ روشنی ڈالیں گے۔ پھر ان کا پروفیسر جس کے ذمہ وہ مضمون لگایا گیا ہے۔ پرنسپل اور وکیل التعلیم اور وہ طالب علم باری باری میرے پاس آئے اور میری مجلس میں ان پر غور کر کے اس کی اصلاح کی گئی جو غیر ضروری مضمون تھے وہ کاٹے گئے اور جو ضروری حصے رہ گئے تھے ان کو داخل کر کے پھر وہ مضمون ان کو دیا گیا کہ اس پر وہ کتاب لکھ کر لائیں

آئندہ کے لئے ارادہ ہے

زیادہ مستقل کتابیں ہوں جن کے اوپر وہ ایک لمبا عرصہ غور کرنے کے بعد مضمون لکھ سکیں۔

اس کے علاوہ کچھ لٹریچر ہندوؤں اور سکھوں کے لئے بھی تیار ہو رہا ہے۔ جماعت کو اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ کتابیں اگر لکھ کر الماریوں میں پڑی رہیں تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دوستوں کو

کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے

اور کتابیں پڑھوانے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ دنیا میں سب سے اچھا جلیس کتاب ہوتی ہے کیونکہ انسان کسی جگہ پر بھی جائے وہ جلیس ساتھ جا سکتا ہے۔ تمہارا گھر رے سے

گہرا دوست جب تم گھر میں جاتے ہو تو وہ باہر رہ جاتا ہے۔ تمہارا گہرے سے گہرا دوست اپنے بیوی، بچوں کی ضرورتوں کے لئے رات کو تمہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے لیکن تمہاری کتاب ہر وقت ساتھ رہ سکتی ہے۔ رات کو تم سوتے ہو۔ بیوی تمہارے ساتھ ہے۔ دروازے بند کئے ہوئے ہو۔ پردہ کئے ہوئے ہو۔ اس نے بھی کتاب اٹھائی ہوئی ہے اور تم نے بھی ایک کتاب اٹھائی ہوئی ہے۔ دونوں پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ علم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کوئی خاص مسئلہ تمہیں پسند آتا ہے تو تم اس سے مخاطب ہو جاتے ہو۔ کوئی خاص مسئلہ اسے پسند آتا ہے تو وہ تم سے مخاطب ہو جاتی ہے اس طرح دونوں اپنے تبادلۂ خیالات سے اپنے گھر کا علم بھی بڑھاتے جاتے ہیں۔ اپنے خاندان کا علم بھی بڑھاتے جاتے ہیں اور پھر اپنے ہمسایہ اور اپنی قوم کا علم بھی بڑھاتے جاتے ہیں تو

سب سے پہلی ذمہ داری

جماعت پر یہ ہے کہ وہ اس لٹریچر کو خریدے دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ پھر وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھوائیں اور تیسری ذمہ داری جو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر علم وسیع نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ ہر جماعت میں لائبریریاں کھولی جائیں۔ اگر ہم ہر جماعت میں لائبریریاں کھول دیں تو میں سمجھتا ہوں ہماری تبلیغ کئی گنا وسیع ہو سکتی ہے۔ لائبریری کے لئے کوئی دوست کچھ وقت دے دیا کریں۔ آخر جو چندہ جمع کرتا ہے اس کو بھی گھر بیٹھے چندہ نہیں آ جاتا دن میں سے گھنٹہ دو گھنٹے وہ وقف کرتا ہے تبھی چندہ آتا ہے

بعض دفعہ شام کے وقت جب وہ سمجھتا ہے کہ مجھے فرصت ہے تو اس کام کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے بلکہ بڑے شہروں والوں نے تو بتایا کہ انہیں دو دو تین تین گھنٹے روزانہ وقت دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص لائبریری کے لئے بھی وقت دے سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ شام کو پانچ بجے سے سات بجے تک یا چھ سے آٹھ بجے تک یا سات سے نو بجے تک لائبریری کھلے گی اور لوگوں کو کتابیں دی جائیں گی۔ کچھ اخبار بھی منگوا کر رکھے جا سکتے ہیں۔ چھوٹی جماعتوں کے لئے تو کتابیں تقسیم کرنے والی لائبریری زیادہ اچھی رہتی ہے ان سے اتنا خرچ برداشت نہیں ہو سکتا کہ میزیں ہوں اور کرسیاں ہوں۔ لیکن بڑے شہر مثلاً لاہور ہے۔ کراچی ہے۔ ملتان ہے پشاور ہے۔ راولپنڈی ہے۔ لائل پور ہے اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں بنگال کو ملا کر کوئی بیس پچیس ایسے شہر ہیں جن میں

باقاعدہ احمدی لائبریریاں

ہونی چاہئیں اور باقی جگہ ایسی لائبریریاں ہونی چاہئیں جو کتابیں تقسیم کرنے والی ہوتی ہیں۔ گھر کی ایک الماری میں کتابیں رکھی ہوئی ہوں اور ایک صفحہ پر کتابوں کی لسٹ چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کر دی جائے کہ یہ ہماری لسٹ ہے جس نے کوئی کتاب پڑھنی ہو وہ بتا دے ہم اس کے گھر پر پہنچا دیں گے۔ اور جب وہ کتاب پڑھ کر واپس کر دے تو پھر دوسروں کو دے دی جائے۔

★

خلیفہ آدمِ اوّل، خلیفہ آدمِ آخر
یہی نوعِ بشر کے واسطے تقدیرِ یزدانی
یہی طوفانِ ہستی میں مسلماں کا سہارا ہے
وہ لفظِ مختصر لیکن یہ تفسیر و حواشی ہے
یہی عکسِ خداوندی ہے آئینہ ہستی میں
کبھی صدیق ہو کر اس نے باطل کو کچل ڈالا
اسی نے عہدِ فاروقی میں ملت کو جنوں بخشا
خلافت کی قبائے تام میں ماہِ تمام آیا
جمالی دور میں اس نے سہارا دے کے امت کو
خدا نے از سرِ نو اپنی رحمت کو اتارا ہے
ہلاکت خیز طوفاں میں لرزہ ہے مسلماں کو
اسی کشتی کو طوفانوں میں دستِ غیب ہی کھیتا
زفیضِ دل لہو کی ہر رگ و پے میں روانی ہے
اگر سینے میں دل قائم ہو بھی جوش و قوت بھی
فروغِ محفلِ ملت چراغِ انجمن یہ ہے
مسلمانوں کی منزل کا یہی رستہ ہے دنیا میں

ازل سے تا ابد دستِ خداوندی خلافت گر
نبوت قدرتِ اوّل، خلافت قدرتِ ثانی
یہی تقدیرِ اُمت کا درخشندہ ستارا ہے
نبوت تخم ریزی ہے خلافت آبپاشی ہے
یہ پیغامِ سکوں سارے ہی ہنگاموں کی بستی میں
ہزاروں بجلیوں کا اک نگہ سے رخ بدل ڈالا
کبھی عثمان و حیدر ہو کے ہر دل کو سکوں بخشا
فیوضِ مصطفائی سے حکم آیا امام آیا
چراغِ نورِ دیں بن کر کیا ہے دور ظلمت کو
وہی محمود کے پیکر میں اب پھر جلوہ آرا ہے
میانِ رزمِ خیر و شر یہ ہے مسلماں کو
ہے وہ جمہوریت جس میں خدا خود ووٹ دیتا ہے
خلافت ہی سے وابستہ نظامِ زندگانی ہے
خلافت ہے اگر زندہ عمل بھی ذوق و جدت بھی
مگر روحِ مسلماں کیلئے مثلِ بدن یہ ہے
اسی سے عظمتِ اسلام وابستہ ہے دنیا میں

اگر کی ملتِ اسلام نے آئین کی پابندی
رہے گا تا ابد جاری یہ فیضانِ خداوندی

عبد السلام اسلام
فیروزپور روڈ
لاہور

★

۲۷ مئی کو "یومِ خلافت" منایا جائے

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حسب سابق ۲۷ مئی کو "یومِ خلافت" کی تقریب منائی جائے گی۔ یہ وہ دن ہے جس میں قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق تمام جماعتِ احمدیہ کا "قیامِ خلافت" پر اجماع ہوا۔ اور جس دن حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ "یومِ خلافت" پر تمام جماعتوں میں جلسے کئے جاویں اور جلسوں میں خلافت کی اہمیت اور خلافت کی برکات بیان کی جائیں۔

امراء اور صدر صاحبان جماعتہائے احمدیہ یہ امر نوٹ فرما لیں اور "یومِ خلافت" کے شایانِ شان جلسے منعقد کریں اور رپورٹیں بھجوائیں۔

(ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ)

نظامِ خلافت اسلامی شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے خطبہ کی روشنی میں مقامِ خلافت

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل

اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ساتھ اسلام میں نبوت اور خلافت کو بھی ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی انسان ہوتا ہے مگر وہ خدا کا مظہر ہونے کے باعث اور اس کے احکام کو نافذ کرنے کے مقام پر کھڑا کیا جانے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اسی لئے اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری قرار دیا گیا ہے۔ خلیفہ نبی کی روحانی قوتوں میں اس کا جانشین ہوتا ہے اور نبی کے لگائے ہوئے باغ کا باغبان مقرر کیا جاتا ہے اس لئے خلافت سے وابستگی اور خلفاء کی اطاعت اور محبت ایمان کی علامت قرار پا گئی ہے۔ اور ایک سچے مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کے ارشادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ خلفاء کی بھی اطاعت کرے۔ اسلام میں جو ایک فطرتی اور تنظیمی عالمگیر مذہب ہے نظام کو قائم رکھنے کا یہی طریق مقرر کیا گیا ہے۔

خلیفہ نبوت قوتِ قدسیہ میں نبی کا جانشین اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا اعلیٰ ترین نمائندہ ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے انسانوں کے باہمی حقوق عدل و انصاف سے قائم کئے جاتے ہیں وہ اپنے وقت میں اسلامی قضاء کا آخری قاضی ہوتا ہے اس کے فیصلے مومنوں کی جماعت میں بلا چون و چرا تسلیم کئے جاتے ہیں اسی بناء پر خلفاء اپنی ذمہ داری کو نہایت شدت سے محسوس کرتے رہے ہیں۔ انہیں اللہ کی ذات پر سب سے بڑھ کر یقین ہوتا ہے اور اس کی سلطنت اور جبروت کو ذرہ ذرہ میں کارفرما دیکھتے ہیں اور قیامت کے دن کے مواخذہ سے ڈرنے کے باعث انتہائی اقتدار کا مالک ہونے کے باوجود ترساں و لرزاں رہتے ہیں اور پوری دیانتداری سے مومنوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کرتے ہیں اور اگر کبھی حقوق کے معاملہ میں انہیں اسلامی قضاء کے سامنے خود پیش ہونا پڑے تو وہ اپنے آپ کو ایک عام مومن کی طرح جوابدہ سمجھتے ہیں اور اس مقام پر اپنے لئے کسی قسم کے امتیاز یا ترجیح کے روادار نہیں ہوتے کیونکہ وہ اس دن سے بہت ڈرتے ہیں جب سب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔

خلفاء کا خشیت اللہ اور تقویٰ کا یہ طریق مسلمانوں کے دل میں ان کی گہری محبت پیدا کر دیتا ہے وہ خلفاء پر اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں اور دلی محبت کے ساتھ ان کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم ہو جاتا ہے۔ اسلامی نظام کی روح پر غور کرنے سے عیاں ہے کہ خلافت کو اسلامی معاشرہ میں ایک مضبوط چٹان کی حیثیت حاصل ہے جو ایک طرف اسلامی شیرازہ بندی کے لئے بہترین ذریعہ ہے اور دوسری طرف دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں ایک ناقابلِ شکست ڈھال ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خلافت کے مقام کو پہچانیں اور اس کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ کرتے رہیں۔

رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال پر سرزمینِ عرب میں جو تہلکہ برپا ہؤا اور جس طرح اسلامی عمارت پر ایک زلزلہ طاری ہو گیا اسے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے ذریعہ ہی دور کیا گیا تھا اور خلافتِ صدیقی کی عظیم برکات سے اسلامی شیرازہ بندی کو دوبارہ قائم کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اسلام کے لئے فدائیت میں پہلا نمبر حاصل کیا تھا اور جنہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلافت نبوی کے لئے بلا توقف منتخب کر لیا تھا آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کے ساتھ جو سب سے پہلا اور نہایت ہی جامع خطبہ ارشاد فرمایا اس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"اے لوگو مجھے تم پر حاکم بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں ٹھیک رستے پر چلوں تو میری مدد کرو اور اگر دیکھو کہ میں غلط رستے پر جا رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ ہر ضعیف اور کمزور میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں اور ہر طاقتور میرے نزدیک اس وقت تک ضعیف اور کمزور ہے جب تک میں اس سے مظلوم کا حق نہ لے لوں تم میں سے کوئی جہاد کو ترک نہ کرے کیونکہ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم پر ذلت طاری کر دیتا ہے جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ کے احکام کے خلاف جاؤں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں نماز کے لئے اٹھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

اس خطبۂ صدیقی میں خلافت کے قیام کا مقصد، اس کی غرض و غایت اور اس کے فوائد کو نہایت جامع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے حضرت ابوبکرؓ نے جو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ" کے مطابق بہترین فرد امت تھے۔ تواضع اور فروتنی کے ساتھ اپنے آپ کو ایسی سطح پر پیش کیا ہے کہ ان کیلئے دلوں میں محبت کے چشمے ابلنے لگتے ہیں۔

اس خطبہ سے ظاہر ہے کہ خلیفہ وہ حاکم ہے جس کی اطاعت اور فرمانبرداری اعلاءِ اسلام کا ذریعہ ہے۔ خلافت کا نظام وہ نظام ہے جہاں پر چھوٹے اور بڑے، ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ خلیفہ کی نظر میں مظلوم کی دادرسی اور ظالم کے ہاتھ کو روکنا اور اس سے مظلوم کا حق دلوانا اس کا اوّلین فرض ہے۔ نظامِ خلافت کے ذریعہ ہی جہاد کو جاری رکھا جا سکتا ہے اور مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اور جو قوم جہاد سے منہ پھیرتی ہے وہ ذلت کا شکار ہو جاتی ہے پس خلافت قوم اور جماعت کی عزت کا موجب ہے اور اس نظام کی پابندی مسلمانوں میں اخوت اور مساوات پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے اور مظلوم کی دادرسی کے لئے خلافت پہلا اور آخری سہارا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اسلامی نظام قضاء میں خلیفۂ وقت کو آخری قاضی کی پوزیشن عطا فرمائی ہے جس کے فیصلوں کی اس کے وقت میں اسی طرح شرح صدر اور محبت سے تعمیل ہونی چاہیئے جس طرح نبی کی زندگی میں اور ہمیشہ کے لئے نبی کے فیصلوں کی تعمیل لازمی ہے بلاشبہ نبی نبی ہی ہے اور خلیفہ خلیفہ ہے نبی کا مقام بہت بلند و بالا ہے اس کی زندگی میں آئندہ مقرر ہونے والا خلیفہ بھی اسی کا ویسا ہی مطیع ہے جیسے دوسرے مسلمان۔ لیکن نبی کی وفات کے بعد جب اسے خلافت کی ردا پہنائی جائے، اور اسلامی خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے تو مسلمانوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس کے مقام کے مطابق اس کی اطاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں منہاجِ نبوت کے مطابق خلافت کا نظام قائم ہے یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے اور یہ جماعتِ احمدیہ کی صداقت پر ایک زبردست دلیل ہے مگر اس عظیم نعمت کے نتیجہ میں ہم پر بہت بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ہم اسلامی روح کے مطابق نظامِ خلافت سے پوری وابستگی رکھیں اور تمام اوامر و احکام میں خلیفۂ وقت کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھیں اور اس کے فیصلوں کی تعمیل اپنے لئے واجب العمل قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے منشاء کے مطابق اسلام کے نظامِ خلافت کو جاری رکھیں اور ہماری آئندہ نسلیں بھی اس نعمت سے حصۂ وافر حاصل کرنے والی ہوں۔

اللھم آمین یا رب العالمین

خاکسار

(ابوالعطاء جالندھری ربوہ)

خلافت احمدیہ کے قیام و استحکام کیلئے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان مساعی

مکرم مبارک احمد صاحب جمیل شاہد مربی سلسلہ احمدیہ مقیم لاہور

خلافت ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کو عطا ہوتی ہے۔ کیسی خوش نصیب ہے وہ جماعت اور کیسے خوش قسمت ہیں اس جماعت کے افراد جو اس نعمت خداوندی کے مستحق قرار پاتے ہیں اور خلافت جیسی نعمت عظمیٰ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اس کے بالمقابل ان لوگوں کی کم نصیبی اور بدقسمتی کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو اس عظیم نعمت سے یا تو کلیتہً محروم ہیں یا اسے ٹھکرا کر خود اپنے ہاتھ سے ناکامی و نامرادی کی راہ تیار کر کے اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اب ان کا شمار الذین امنوا ...... وعملوا الصلحت میں نہیں ہے ورنہ لیستخلفنھم کا خدائی وعدہ ضرور ان کے ساتھ پورا ہوتا کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں کہ وہ اپنے بندوں سے کسی انعام کا وعدہ تو کرے لیکن اس کے استحقاق کی صورت میں اسے پورا نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بارہ میں خبر دیتا ہے

ان اللہ لا یخلف المیعاد

اس عظیم نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیش بہا عظیم الشان برکات وابستہ کر رکھی ہیں ہر الٰہی جماعت کی دینی اور قومی ترقی اور شیرازہ بندی کا تمام تر انحصار مامور کی وفات کے بعد خلافت پر ہی ہوتا ہے اسی لئے ہمیشہ سے ہر مامور کی وفات پر خلافت کا قیام ہوتا رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں

ما کانت نبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ۔

البتہ یہ الگ بات ہے کہ کبھی نبی کا خلیفہ بھی نبی ہوا اور کبھی غیر نبی۔ نبوت کے بعد خلافت کا قیام اس لئے ضروری ہوتا ہے تا خدا کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر جو لوگ نبی کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کی زندگی میں حق و صداقت کے قیام کے لئے آپس میں مل کر اور متحد ہو کر ایک منظم جماعت کی صورت میں کام کرتے رہے نبی کی وفات کے بعد ان کی جمعیت پراگندہ نہ ہو اور ان کا اتحاد اور تنظیم کالعدم نہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر کی گئی ان کی قربانیاں رائیگاں نہ جائیں بلکہ وہ پہلے کی طرح مل کر اور متحد ہو کر اپنے کام میں لگے رہیں اور ترقی کی جانب اٹھا ہوا ان کا قدم لمحہ بھر کے لئے بھی رکنے نہ پائے اور وہ برق رفتاری کے ساتھ منزل کی جانب بڑھتے چلے جائیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اسلام میں خلافت کا آغاز ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے خلافت کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا توقف اپنے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ چنانچہ ان کے ایمان، اخلاص اور قربانیوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی کمی نہ آئی بلکہ انہیں دینی و دنیوی ترقیات حاصل ہوئیں اور جانی و مالی قربانیوں کے ثمرات حسنہ انہیں عطا ہوئے اور یہ سب کچھ نبوت کے بعد مسلمانوں کی خلافت کے ساتھ وابستگی کی بدولت تھا۔ جتنے عرصہ تک مسلمانوں نے خلافت کی قدر کی اس کی اہمیت کو مدنظر رکھا اور خلوص نیت سے اس کے ساتھ وابستہ رہے اس وقت تک وہ اس نعمت سے متمتع ہوتے رہے اور دین کے ساتھ انھوں نے دنیا میں بھی از حد ترقی کی۔ ان کی حکومت کی حدود دنیا کے کناروں تک پھیل گئیں۔

لیکن جونہی ان میں سے بعض کے دلوں میں دنیوی جاہ و اقتدار نے جنم لیا اور انھوں نے اپنی اس ناپاک ہوس کی تکمیل کی خاطر نبوّ خلافت پر دست درازی کرنے اور اسے چاک چاک کرنے سے بھی دریغ نہ کیا تو اسی دم مسلمانوں کے اتحاد کا دامن بھی پارہ پارہ ہو گیا اور وہ کفر و ضلالت کے اصنام کو پاش پاش کرتے تھے وہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے اور اس طرح تاریخ اسلام میں ایک ایسے باب کا اضافہ ہوا جس سے مسلمانوں کے دینی و سیاسی تنزل کی المناک داستان کا آغاز ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تجدید دین اور احیائے شریعت کے لئے مامور کیا آپ کو بھی آخر اس دنیا سے رخصت ہونا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی وفات کے قریب ہونے کی اطلاع دی تو آپ نے افراد جماعت کو بڑے علیمانہ اور مشفقانہ انداز میں اس سے آگاہ کیا اور ان کے متوقع غم اور ان کی ڈھارس بندھائی اور ان کی تسلی و تشفی کی خاطر انھیں اللہ تعالیٰ کے ایک انعام کی خوشخبری دی جس کا ملنا آپ کی وفات کے بعد مقدر تھا تا اس دردناک غم میں جماعت کے قدم لغزش نہ کھائیں آپ نے جماعت کو خدا کی قدرت ثانیہ کے اظہار سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے دائمی وابستگی کی تلقین فرمائی اور تا قیامت اس نعمت کو جماعت میں قائم رکھنے کی نصیحت فرمائی۔

بالآخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن جماعت احمدیہ کو اس عظیم اور جانکاہ حادثہ سے اچانک دوچار ہونا پڑا جس کی پیش خبری حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے حضور علیہ السلام کے اس اچانک وصال پر جماعت کے افراد کے دلوں کی عجیب حالت تھی ان کے دل اس ناقابل برداشت غم سے پھٹے جا رہے تھے۔ اور ان کی خاموش مگر اشکبار آنکھیں اس پر صبر کا اظہار کر رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار دس ہزار رحمتیں ہوں اس محسن عظیم پر کہ جس نے اپنی طرف سے اس پہنچنے والے زخم کے علاج کے لئے مرہم بھی مہیا کر دیا تھا یعنی خلافت کے آغاز کی نشاندہی کر دی تھی اور یہی اس صدمہ کا واحد علاج تھا کہ بے سہارا اور بظاہر یتیم نظر آنے والی جماعت کو کوئی قابل اعتماد سہارا مل جاتا جو ان کے ڈوبتے دلوں میں زندگی کی نئی روح ڈال دیتا چنانچہ موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے افراد جماعت نے اپنے محبوب اور پیارے آقا کی وصیت کی فوری تعمیل کی اور سب نے متفقہ طور پر اس شخص کو اپنا امام اور خلیفۃ المسیح منتخب کیا جو اس کام کے لئے سب سے زیادہ اہل تھا۔ اور جس کی تعریف خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان شاندار الفاظ میں فرمائی تھی :-

"میں نے دعا کی اے میرے رب! اے میرے رب میرا کون مددگار ہو۔ کون مددگار ہو میں اکیلا ہوں۔ سو جب میں بار بار دعا کرتا رہا اس نے مجھے ایک صدیق دیا جو نہایت سچا تھا اس کا نام **نورالدّین** ہے اور جب سے وہ میرے پاس آیا ہے میں اپنے تمام غم بھول گیا ہوں اس کے مال نے باقی تمام لوگوں کے اموال سے مجھے زیادہ فائدہ دیا ہے میں نے اس جیسا دنیا میں کوئی نہیں دیکھا میں نے اسے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی دعا ہے جو میں کیا کرتا تھا اس کا دل تکبر اور خود پسندی سے مبرا ہے میں دیکھتا ہوں کہ آسمان سے اس پر نور نازل ہوتا ہے گویا کہ وہ انوار کا مہمان خانہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ قرآن شریف اس جیسا کوئی نہیں سمجھتا۔" (ملخص از التبلیغ ۵۸۶ تا ۵۸۸)

حسن اتفاق دیکھئے کہ آپ کو اس منصب جلیلہ کے قبول کرنے کی پیشکش لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت اور مصلحت پوشیدہ تھی تا وہ جو بعد میں نظام خلافت سے روگردانی کرنے والے تھے یہ تحریر ان کے لئے حجت ہو جو اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مسلمانوں کا سب سے پہلا اجماع خلافت کے قیام پر ہوا بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جماعت احمدیہ کے افراد کا سب سے پہلا اجماع جس بات پر ہوا وہ خلافت کا قیام تھا، اس اہم تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

"اما بعد۔ مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب سے اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

الغرض بغیر ذرہ بھر اختلاف کے تمام افراد جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کو خلافت پر محمول کیا اور اسی کے مطابق اپنے خلیفہ کا انتخاب کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کے تحت ان کے خوف اور گھبراہٹ کو دور کر کے انھیں سکینت و طمانیت قلب عطا کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اچانک وفات میں منجملہ دیگر الٰہی حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ کسی شخص کے ذہن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی کے بارہ میں نظام خلافت سے مخالفت پیدا نہ ہو جو جماعت میں تفرقہ اور انتشار کا موجب ہو۔ بہر حال اس متفقہ تحریری درخواست کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوربین نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں اور آپ کی غیر معمولی ذہانت و فراست نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ بے شک اس وقت سب دوست دلی طور پر اس بات پر متفق ہیں اور وہ

میرے ہاتھ پر اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ان میں چند ایسے بھی ہیں جن کی طبائع پر یہ امر بعد میں دشوار گزرے گا۔ جو ان کے لئے بڑے ابتلا کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ نے اس درخواست کے جواب میں پہلے تو حاضر الوقت افراد جماعت کو اس بات سے اچھی طرح آگاہ کیا کہ مجھے ہرگز خلیفہ یا امام بننے کی خواہش نہیں اور نہ ہی میرے دل میں کبھی یہ خیال ہی پیدا ہوا بلکہ آپ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد میں سے کسی ایک کو اس کام کے لئے چن لیں۔ میں بھی اس کی بیعت کر لوں گا۔ اور پھر دوستوں کے اصرار پر بیعت خلافت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

"لیکن اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا۔ اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔" (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اس کے بعد آپ نے اہل جماعت سے بیعت لی اور اس طرح ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں محض الٰہی فضل اور اس کے رحم اور اس کی منشاء کے مطابق خلافت کا نظام قائم ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ثانیہ کا اظہار کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو وہ نعمت عطا کی جو وہ پہلے انبیاء کی جماعتوں کو عطا کرتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب اور پیارے آقا کی زندگی میں بھی پُرخلوص نیکیوں اور جانی و مالی قربانیوں میں سب سے آگے بڑھے اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جدائی پر بھی جماعت کی ذمہ داریوں کا سب سے زیادہ بوجھ آپ ہی کے کندھوں پر پڑا لیکن آپ نے غیر معمولی ہمت اور خداداد لیاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے جس خوش اسلوبی اور احسن طریق سے ان فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیا۔ وہ قابل صد تحسین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اہم کاموں کے علاوہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔ جن میں سے سب سے زیادہ شاندار اور زبردست کارنامہ خلافت احمدیہ کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے آپ کی جرأت مندانہ اور دلیرانہ مساعی ہے۔ آپ نے جرأت اور ہمت سے کام لیتے ہوئے نظام خلافت کے خلاف پیدا ہونے والے ہر معمولی سے معمولی اور بڑے سے بڑے فتنہ کا بڑی سختی سے انسداد کیا۔ اور اپنی دانشمندانہ تدابیر سے مخالفین خلافت کی تمام تدابیر اور کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ ان کے اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات دیئے تا ان کے لئے مزید نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہ رہے اور وہ جماعت کے کاموں میں رخنہ اندازی کر کے تفرقہ اور انتشار کا بیج نہ بو سکیں۔ اس طرح آپ نے جماعت کی وحدت کو بچائے رکھا۔ اور فتنوں کا کوئی ایسا دروازہ نہ کھلنے دیا۔ جو جماعت کی تباہی کا موجب ہوتا۔ اور اس بارہ میں کسی شخص کی جماعت میں مقبولیت اور ذاتی وجاہت حقیقت کو آشکار کرنے سے آپ کو روک نہ سکی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا بعض لوگوں کے متعلق یہ خیال کہ وہ اپنی بیعت پر ثابت قدم نہیں نکلیں گے اور امور خلافت سے روگردانی کرنے کی کوشش کریں گے بالکل صحیح نکلا چنانچہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کئے بمشکل دو ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس خیال نے جنم لیا کہ ایک شخص کے ہاتھ پر اطاعت کی بیعت کر کے ہم نے سخت غلطی کی ہے۔ جس سے ہماری خود مختارانہ آزادانہ حیثیت قائم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس غلطی کے ازالہ کے لئے انہوں نے ہاتھ پیر مارنے شروع کئے۔ ان کی خواہش تھی کہ افراد جماعت حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ پر فدا اور قربان ہونے کی بجائے ہمارے گرد جمع ہوں۔ اور بجائے آپ کے ارشادات و فرمودات کی تعمیل کے وہ ہمارے احکام کے منتظر رہیں۔ اور ہمارے آگے سر تسلیم خم کریں۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے عجیب و غریب حربے استعمال کئے۔ کبھی تو اس بحث کو اٹھایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین انجمن ہے نہ کوئی فرد واحد اور کبھی سرے سے ہی خلافت کا انکار کر دیا۔ اور اپنی اس تحریر کو جس پر خلافت کے قیام کے متعلق ان کا اتفاق ہو چکا تھا یکسر فراموش کر دیا۔ اور کبھی یہ اعتراض کھڑا کر دیا کہ خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے اور اس کے پاس کردہ قوانین کا پابند ہے۔ کبھی خلیفہ کی بجائے صدر اعلیٰ یا پریذیڈنٹ لکھنے لگے۔ اور ان سب سے بڑھ کر بالآخر انتہائی خطرناک فتنہ یہ پیدا کرنا چاہا کہ خدا کے قائم کردہ خلیفہ کو منصب خلافت سے علیحدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

الغرض خلافت کے انہدام اور حصول اقتدار کے لئے مخالفین سے جو کچھ بن پڑا انہوں نے کیا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حالات سے گھبرائے نہیں۔ کیونکہ یہ تو آپ کی توقع کے مطابق رونما ہوئے تھے۔ اور آپ ان کے مقابلہ کے لئے پہلے ہی تیار تھے۔ آپ نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا اور ٹھوس اور زبردست جوابات سے معاندین کو لاجواب کر دیا۔

آپ نے تقاریر، خطبات اور طرز عمل سے افراد جماعت پر یہ واضح کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کا قیام لابدی ہے اور حضور علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کا جانشین خلیفہ ہے۔ آپ نے بڑی تحدی سے اور زوردار طریق سے اس بات کی بھی تردید فرمائی۔ کہ خلیفہ ہرگز کسی انجمن کے ماتحت نہیں بلکہ اس کے ہر حکم کی تعمیل دیگر افراد جماعت کے علاوہ انجمن پر بھی واجب ہے۔ نیز یہ کہ خلیفہ کی کسی رنگ میں ہتک یا گستاخی کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ بنا دیتی ہے۔ اور بجز توبہ اور معافی کے اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں۔ آپ نے ان کی اس غلط فہمی کو بھی دور فرمایا چہ جائیکہ انجمن خود خلیفہ ہو۔ انجمن کو تو یہ اختیار بھی نہیں کہ وہ کسی کو خلیفہ بنائے۔ بلکہ خدا تعالیٰ خود جسے چاہے خلیفہ بناتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اکتوبر ۱۹۰۹ء میں عید الفطر کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اب میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ الوصیت میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی آدمؑ اور ابوبکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔"

پھر آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت صاحب کی الوصیت میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔ وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔ اور ادھر چودہ اشخاص کو بتایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ قطعی ہے ...... اور پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے، چنانچہ فرمایا ومن یبتغ غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا... پس تم کان کھول کر سن لو۔ اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کرو گے۔ تو اعقبہم نفاقا فی قلوبہم کے مصداق ہو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا۔ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھلاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ زیادہ جانتے ہیں۔"

پھر ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو جو تاریخ احمدیت کا ایک نہایت اہم دن ہے کیونکہ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کے تمام نمائندگان کو قادیان بلایا اور انہیں مسئلہ خلافت کے بارہ میں پیدا شدہ صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے متعلق خوب غور و فکر کر کے آنے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس دن تمام نمائندے قادیان حاضر ہوئے۔ عجیب اضطراب اور بے چینی کا عالم تھا۔ سب لوگ گریہ و زاری کر کے آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز تھے۔ اور نہایت تضرع اور خشوع و خضوع سے بھرے دلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا تھے کہ وہ ان کی صحیح راہنمائی فرمائے اور جماعت کو ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ جب سب نمائندے جمع ہو گئے۔ تو آپ نے واضح الفاظ میں خلافت کے بارہ میں اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"خلافت ایک شرعی مسئلہ ہے۔ خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی ...... مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص مرتد ہو جاوے گا تو میں اس کی جگہ ایک جماعت تجھے دوں گا۔ پس مجھے تمہاری پروا نہیں خدا کے فضل سے میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ

میری مدد کرے گا..... مجھے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام نماز پڑھا دینا یا جنازہ یا نکاح پڑھ دینا یا بیعت لے لینا ہے۔ یہ جواب دینے والے کی نادانی ہے اور اُسی نے گستاخی سے کام لیا ہے اُس کو توبہ کرنی چاہیئے ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔"

پھر ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:۔

"دیکھو میں خلیفۃ المسیح ہوں اور خدا نے مجھے بنایا ہے میری کوئی خواہش اور آرزو نہ تھی اور کبھی نہ تھی اب جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردائے پہنا دی ہے میں ان جھگڑوں کو ناپسند کرتا ہوں اور سخت ناپسند کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تم میں ایسی باتیں پیدا ہوں جو تنازع کا موجب ہیں"

(بدر ۲ جنوری ۱۹۱۲ء)

اور ایک دفعہ آپ نے فرمایا

"میں اس مسجد میں قرآن ہاتھ میں لے کر اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی ہرگز خواہش نہیں اور نہ تھی اور قطعاً خواہش نہ تھی خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے اس نے جو چاہا کیا۔ تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنایا"

پھر فرمایا:۔

"میں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خلیفہ بنایا کرتا ہے یاد رکھو آدم کو خلیفہ بنایا تو کہا انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ فرشتے اس پر اعتراض کر کے کیا فائدہ اٹھا سکے.... جب فرشتوں کی یہ حالت ہے اور انہیں بھی سبحانک لاعلم لنا کہنا پڑا تو تم جو مجھ پر اعتراض کرتے ہو اپنا منہ دیکھو۔ مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہو گئی اور دستوری کا زمانہ ہے انہوں نے اس قسم کے لفظ بول کر جھوٹ بولا۔ بے ادبی کی..... میں پھر کہتا ہوں کہ اب بھی توبہ کر لیں۔"

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اُسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے آگے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے اور اگر وہ ابیٰ اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اسجدوا لآدم کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو اس دربار سے نکل جائیگا۔

جو سنتا ہے وہ سن لے اور خوب سن لے اور جو نہیں سنتا اس کو سننے والے پہنچا دیں کہ یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری کرو ابلیس نہ بنو"

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

ایک دفعہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے اپنی خلافت کو خلافت راشدہ سے مماثلت دے کر یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں خلافت کا قیام ضروری ہے۔ جس کے بغیر اشاعت اسلام کا کام تکمیل نہیں پا سکتا۔ نیز یہ کہ خلفاء راشدین کی طرح آپ بھی اللہ تعالیٰ کے برحق خلیفہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا

"جس طرح ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ بنایا!"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بھی آپ نے ایک زبردست تقریر جون ۱۹۱۲ء میں اسی مسئلہ پر کی اور اہل جماعت کو بے معنی بحثوں میں پڑنے سے منع فرمایا اور اعتراضات سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر اعتراض کرو تو سخت حماقت ہے"

(تقریر ۱۷ جون ۱۹۱۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے خلافت کی عظمت اور بلند شان اور اس کے ساتھ خدا کی تائید و نصرت کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ کے مقام اور اس کے مصالح کل ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ پس آپ نے ان لوگوں کے اذہان و قلوب میں پیدا ہونے والے شیطانی وساوس اور شبہات کا ایسے طور پر ازالہ کر دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم کے مصداق ہو چکے تھے سب کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ خلوص دل کے ساتھ حصار خلافت میں داخل ہو گئے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ضرورت اور اہمیت کے واضح کر دینے کے بعد فتنہ کے دوسرے پہلو کا بھی استیصال کے واضح کر دینے کے بعد فتنہ کے دوسرے پہلو کا بھی استیصال فرمایا اور ان لوگوں کے اس خطرناک اعتراض کا دندان شکن جواب دیا کہ خلیفہ وقت کو اس کے بڑھاپے یا ضعیف العمری کی وجہ سے معزول کر کے اس کی زندگی ہی میں کسی دوسرے شخص کو مسند خلافت پر متمکن کیا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج اور قباحت نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اس انتشار پسند عنصر کو سختی سے متنبہ کر دیا کہ وہ اپنے دماغوں سے اس ناپاک خیال کو نکال دیں کہ وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ سے خلافت کی ردا کو اتار دیں گے وہ ہرگز اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے کیونکہ جب خدا خود خلیفہ کو منتخب کرتا ہے تو اس کو اس منصب سے علیحدہ کرنا بھی اسی کا کام ہے نہ کسی بندے کا جب وہ کسی کو خلیفہ بناتا ہے تو عمر بھر کے لئے بناتا ہے نہ کسی تامس مدت کے لئے اس کی غیرت ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس علیم و حکیم ہستی کے حسن انتخاب کو ظلوم جہول انسان ناکارہ قرار دیکر ٹھکرا دیں اور اس کے خلیفہ کی عزت پر ہاتھ اٹھائیں اور وہ خاموش بیٹھا تماشا دیکھتا ہے بلکہ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں اور نہ اختیار ہے کہ وہ اس منصب سے خلیفہ کو علیحدہ کر سکے وہ بزرگ و برتر اور قادر و توانا خدا تو ہر دم اور ہر آن خود اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اس کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کرنے والوں کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنا کر انہیں عبرتناک سزائیں دیتا ہے اور دنیا و آخرت میں ہمیشہ کی ناکامی و نامرادی اور ذلت و رسوائی ان لوگوں کا نصیب بن جاتی ہے۔ نہ اس دنیا میں ان کی سفلی خواہشات اور تمنائیں بارآور ہوتی ہیں اور نہ آخرت میں انہیں کوئی انعام ملتا ہے۔ فسادِ بحث تجاذب ہم کے تحت ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ معترضین کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا"

(خطبہ عید الفطر اکتوبر ۱۹۰۹ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا تمہارے اختیار میں نہیں۔ تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو۔ مگر ادب کو ہاتھ سے نہ دو۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے......

پس اگر مجھے خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔ اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ ہاں تمہاری بھلائی کے لئے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اسلئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتا۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دیگا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تم میں سے کسی کا بھی شکرگزار نہیں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے ہم نے خلیفہ بنایا ہے"

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

لاہور میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچانے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ ہی کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔"

پھر اسی تقریر میں فرمایا:۔

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔"

پھر فرمایا:۔

"کوئی کہتا ہے خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کتابوں کا عشق ہے اس میں مبتلا رہتا ہے۔ ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں خدا پر لگیں گی۔ جس نے مجھے خلیفہ بنایا"

(تقریر ۱۷ جون ۱۹۱۲ء)

جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے موقعہ پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے ان لوگوں کی بے ادبی اور گستاخی کا ذکر کر کے انہیں توبہ کرنے کی نصیحت کی۔ چنانچہ فرمایا:۔

معاہدات کی رعایت بڑی بات ہے میں تمہارے معاہدات کا ایک ورق پیش کرتا ہوں غور کرو تم کہاں تک اس کی مطابقت کرتے ہو ایک تو وہ معاہدہ ہے کہ تم میرے ہاتھ پر کرتے ہو پھر تمہیں میں سے وہ بدبخت بھی ہیں جو کہتے ہیں خلیفہ کیا چیز ہے بڑھاپے کی وجہ سے ہوش ماری گئی۔ دیکھو!

سنو اور یاد رکھو مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ خلیفہ بنایا ہے اور میں تم میں سے کسی کا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے محتاج نہیں .... یہ باتیں خدا تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں وہ میرے لئے ایک غیرت رکھتا ہے اس واسطے ایسے خیالات سے توبہ کرو۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء)

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خلافت احمدیہ کے قیام اور پھر اس کے استحکام کی خاطر آخر دم تک اپنی کوششوں کو جاری رکھا اور آپ نے ہر ممکن سعی جماعت کے اس نظام کو درہم برہم ہونے سے بچانے کے لئے کی کیونکہ اسی پر جماعت کی وحدت اور ترقی کا سارا دارومدار تھا۔ آپ نے مخالفین خلافت کے اس ناپاک ڈرامہ کو ناکام بنا دیا۔ جو وہ کھیلنا چاہتے تھے اگر خدانخواستہ وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہو جاتے تو پھر خلافت محض ایک تماشہ بن کے رہ جاتی۔ مغربی طرز حکومت کے وہ نقال جسے چاہتے اپنا نام نہاد خلیفہ بنا لیتے اور جب کچھ دن بعد طبیعت اس سے سیر ہو جاتی تو اسے الگ کر کے کسی دوسرے کو چار دن کے لئے اپنا امام چن لیتے جس کے احکام کی پیروی کرنی ان کے لئے ضروری نہ تھی۔ اس طرح چند ہی دنوں میں جماعت ایسے حالات میں الجھ جاتی کہ جن سے مخلصی کی کوئی نظر نہ آتی۔ نہ اس کا کوئی واجب الاطاعت پیشوا ہوتا اور نہ امام اور جماعت کی مثال اس ریوڑ کی سی ہوتی جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو جو ان کی حفاظت کرے اور جنگلی درندوں کے ظالم پنجوں سے ان کو ہلاکت سے بچا سکے اور جماعت جہاں ایک طرف ان برکات سے یکسر محروم ہو جاتی جو صرف دامن خلافت سے پوری طرح وابستہ رہنے سے حاصل ہوتی ہیں وہاں دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق قرار پانے کی بجائے سخت سزا کی سزاوار ٹھہرتی اور اس کی تمام جدوجہد اور ساری کوششیں رائیگاں جاتیں۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا جماعت احمدیہ پر یہ ایک ناقابل فراموش احسان ہے کہ انتہائی ناساعد اور مخدوش حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ کے لگائے گئے اس نرم و نازک پودے کو جس کی عمر ابھی بمشکل چند سال ہی تھی۔ اور مخالفت کی تند و تیز آندھیاں اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے تھیں کر اس کے اپنے محافظوں نے خود ہی اس کی جڑوں پر تبر رکھ دیا۔ آپ نے اس کی حفاظت کی اور اپنی انتھک کوششوں اور سخت جانفشانی سے اس کو ہلاکت خیز طوفان سے بچا لیا اور اب انہی کوششوں کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے وہ ننھا سا پودہ ایک تناور اور مضبوط درخت بن چکا ہے۔ اب جماعت کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی آبیاری میں نمایاں حصہ لے اور اس مقدس امانت کو جو ہمارے سپرد کی گئی ہے پوری حفاظت کرے اور کسی لمحہ بھی اس فرض سے غافل نہ ہو۔ خود بھی مضبوطی سے دامن خلافت کو تھامے رکھے اور اسے ہاتھ سے جانے نہ دے اور آئندہ آنے والوں کے لئے ایسا نمونہ چھوڑ جائے کہ وہ بھی خلافت کی حفاظت اور استحکام کی خاطر قربانی کرنے کو سعادت سمجھیں اور فخر محسوس کریں اور اس طرح ہمارے محبوب اور ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق قیامت تک خدا کی قدرت ثانیہ کا ظہور ہوتا رہے۔ اور خلافت جیسی گرانقدر اور عظیم الشان نعمت جماعت میں موجود رہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اس قلعہ کے چوکس اور بہادر محافظ ثابت ہوں۔ ہماری مثال اس تھکے ماندے سپاہی کی سی نہ ہو جو کچھ دیر پہرہ دے کر تھوڑی دیر سستانے کے لئے سو جاتے اور غنیم کو حملہ کرنے کا موقعہ مل جاتے۔ بلکہ اس کے برعکس ہم ہمیشہ ہشیار رہیں۔ اور مخالفت سے مقابلہ کے وقت ہم بنیان مرصوص ثابت ہوں اس کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ ہم آپس میں محبت و الفت سے ہو اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ مل کر رہیں اور دیکھیں کہ ہمارے درمیان کوئی ایسا اختلاف اور تنازعہ پیدا نہ ہونے دیں جو جماعت میں تفرقہ کا موجب ہو اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کو ہمیشہ مدنظر رکھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں اور دعا بھی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں پھر تمہیں اللہ کا حکم پہنچاتا ہوں سنو اور غور سے سنو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا دیکھو! تفرقہ نہ کرو۔ اگر تفرقہ کرو گے تو جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ یہ ہیں اللہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کے ساتھ ہی تم بھی بودے ہو جاؤ گے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم تنازعہ کرو گے تو بودے ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی پھر تمہارا جمع جتھا ٹوٹ کر قوت منتشر ہو جائے گی اور دشمن تم پر قابو پالیں گے۔"

(بدر ۲۵ر جنوری ۱۹۱۴ء)

منکرین خلافت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت

قیام خلافت کے متعلق جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا ایک حیرت انگیز رؤیا

مصلحت وقت سے نہیں بلکہ اشارۂ ربی کے تحت خلافت قائم ہوئی (خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم)

ذیل میں ہم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جو منکرین خلافت کے اکابرین میں سے تھے کا ایک رؤیا خود انہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو جائیگا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے غیر مبائعین کے ایک لیڈر کو بذریعہ رؤیاء قبل از وقت جماعت احمدیہ میں قیام خلافت کی اور پھر ان کی طرف سے خلافت کی مخالفت کرنے کی اطلاع دیکر ان پر اتمام حجت کر دی تھی۔

جناب خواجہ صاحب مرحوم کے بیان کا اصل چربہ تاریخ احمدیت جلد چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔

"احمدی جماعت میں سے بہت تھوڑوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں نے ہی سب سے اول حضرت قبلہ کو اپنی طرف سے اور اپنے خاص احباب کی طرف سے خلافت کا بارگراں اٹھانے کے لئے عرض کیا۔ اس کی بناء کوئی مصلحت وقت نہ تھی بلکہ اشارۂ ربی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ میں نے شب درمیان ۲۳-۲۴ مئی ۱۹۰۸ء ایک عجیب رؤیا دیکھا میں ان واقعات کا ذکر بھی نہ کرتا لیکن چونکہ بعد کے واقعات اور موجودہ واقعات نے اس رؤیاء کی صداقت پر مہر لگا دی ہے اس لئے میرے نزدیک ہر ایک سلیم الفطرت احمدی کے لئے یہ ایک قطعی شہادت ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں اور میرے ہمراہ شاید اور نو یا دس یا گیارہ احباب ہیں۔ جن میں سے ایک مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ ہم سب کسی شاہی خاندان میں سے ہیں۔ لیکن جس خاندان کے ہم ممبر ہیں ان کا سرتاج تخت سے الگ ہو چکا ہے اور نئی سلطنت قائم ہو گئی ہے۔ اور پہلا دور بدل گیا ہے۔ اور ہم یہ نو دس آدمی اسیران سلطانی ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہم سخت تشویش میں ہیں کہ اتنے میں ہمیں اطلاع ہوئی کہ نئی سلطنت کا سرتاج ہم کو طلب کرتا ہے اور ہمیں ہماری قسمت کا فیصلہ سناتا ہے۔ کیا شاق ایذا دہی ہے کہ ہم جو نو دس آدمی ہیں۔ ان کی بھی دو جماعتیں بنائی گئی ہیں حکم ہوا کہ باری باری جماعت میں سے حاکم کے سامنے ہم پیش ہوں۔ چنانچہ پہلی جماعت جو نئے سلطان کے سامنے پیش ہوئی وہ بسرکردگی مولوی محمد علی صاحب گئی ہم کمرہ سلطان سے باہر تھے لیکن مجھے یہ سمجھ آئی کہ نئے فرمانروا نے جو کچھ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو کہا انہوں نے خاموشی سے تسلیم سر تسلیم خم کیا اور خاموش ہی باہر آگئے اس کے بعد مجھے حکم ہوا۔ میرے ہمراہ بھی چار پانچ احباب باقی تھے اور وہ میری سرکردگی میں پیش ہوئے۔ جب میں کمرہ سلطان کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نیا حاکم خود مولوی نورالدین صاحب ہیں آپ نے نہایت متانت اور تمکنت کے ساتھ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو دیکھا۔ اور پھر حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی۔ میرا انداز جواب کسی قدر تیز تھا۔

مولوی نورالدین صاحب! تم جانتے ہو کہ تم کون ہو۔ اور تمہاری حیثیت اس وقت کیا ہے؟

میں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جس خاندانِ شاہی کے ہم رکن تھے وہ دور بدل گیا ہے اور ہم اس وقت اسیرانِ سلطانی ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب۔ کیا وجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جاوے جو اسیرانِ سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جاوے۔

میں۔ (بڑے جوش اور لاپرواہی کیساتھ) آپ کی جو مرضی ہے کریں جب ہم اسیر سلطانی ہیں تو ہمارا چارہ ہی کیا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا اب دور بدل گیا ہے اب ہم قیدی ہیں اگر ہم کچھ اور چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں جو آپکی خوشی ہو کرو۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میرے جسم پر سخت رعشہ اور سنسناہٹ تھی۔ اور ایک مدت تک میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا یہ تہجد کا وقت تھا میں اٹھا اور سب سے اول اسی واقعہ کو قلمبند کیا اور صبح تک استغفار میں مصروف رہا۔ بعد از نماز صبح حضرت مرزا صاحب مغفور باہر آئے تو سب سے اول جو موقعہ مجھے تنہائی میں آپ سے ملا میں نے وہ کاغذ پیش کیا۔ دو دن کے بعد یہ رؤیا بالکل بدیہی واقعہ ہو جانے والا تھا لیکن مصلحت ربی نے آپکی طبیعت کو اس طرف نہ آنے دیا۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ خواب میں اسیر سلطانی ہونا نہایت ہی مبارک نہایت ہی مبارک ہے۔

حضرت صاحب کے بعد میں حضرت حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ کاغذ دکھایا۔ وہ حسرت آج تک میرے پیش نظر ہے۔ جو اس کاغذ کو دیکھ کر مولوی صاحب کے چہرے پر نمودار ہوئی۔ آپ نے کئی منٹوں تک گردن نیچی رکھی۔ اور پھر بعد میں اس کاغذ کو اپنی جیب میں ڈال کر فرمایا کہ میں اس کی تعبیر بعد غور بتلاؤں گا۔ ۴۸ گھنٹہ اس واقعہ پر گزرے کہ بادشاہِ وقت جہان سے رخصت ہو گیا۔ اور نئے کار کے آثار شروع ہو گئے اس خواب سے اطلاع اسی دن مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کو دی گئی تھی۔ اور وہ خدا واسطے اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔

الغرض جب ہم اس اچانک موت کے ضروری انتظام سے فارغ ہو کر ریل میں بغرض قادیان بیٹھے۔ تو میں نے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب سے جبکہ ہر دو ڈاکٹر صاحب بھی ہمراہ تھے پوچھا کہ بتلاؤ اب خلیفہ کون ہوگا۔ تو شیخ صاحب نے فی الفور بجواب کہا کہ وہی جس کی تمہیں دو دن پہلے اطلاع ہو چکی ہے شیخ صاحب کا اس رویا کی طرف اشارہ تھا جب ہم قادیان پہنچے اور حضرت فاضل امروہی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی استرضاء کے بعد گول کمرہ قادیان میں جمع ہوئے تو میں نے حضرت قبلہ کو وہاں آنے کی تکلیف دی۔ اس وقت بھی میں نے یہ نہیں کہا کہ اب آپ خلافت کو قبول کریں بلکہ میں نے یہ عرض کیا کہ حضور کو جو کاغذ پرسوں لاہور میں میں نے دیا تھا اور جس میں میرا ایک رؤیا لکھا وہ کیا حضور کو یاد ہے۔

مولوی صاحب۔ ہاں میاں۔ وہ کاغذ اب بھی میری جیب میں ہے۔

میں۔ تو پھر اب وہ وقت آگیا۔

اس کے بعد حضرت نے وہ نفل ادا کئے اور مجھے حکم دیا کہ حضرت مائی صاحبہ اور میر صاحب سے استرضا کروں۔

جو تقریر اول بطور خلیفۃ المسیح آپ نے باغ میں فرمائی اس میں بھی آپ نے مجھے مخاطب کرکے ذیل کے الفاظ فرمائے۔

اب سستی اور غفلت کے وطنوں کو چھوڑ دو اور چستی اور کارکردگی کے وطنوں میں آباد ہو جاؤ۔

یہ الفاظ بھی خواب کی طرف تلمیح کرتے تھے لیکن نہ مجھے اور نہ خود حکیم صاحب قبلہ کو اس وقت علم تھا کہ یہ الفاظ اس طرح استعارہ نہیں بلکہ لفظی معنوں میں پورے ہونے والے ہیں آج میں ہوں اور یورپ کیا عجیب بات ہے کہ کل سے میری طبیعت یہاں بےچین ہے اور بار بار گھر جانے کو دل چاہتا ہے۔ گھر سے میری مراد لندن ہے سبحان اللہ سبحان اللہ! کیوں تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جائے۔ رؤیا کیا برحق ثابت ہوا خان نواب محمد علی خان صاحب بھی اس رؤیا سے واقف ہیں۔ ان واقعات کی شہادت خود حضرت قبلہ حکیم صاحب سے لی جاوے۔ آیا یہ سچے امور ہیں یا نہیں۔ ابھی دو ماہ ہوئے جب میں نے ان کو لکھا کہ آپ کسی کو میری مدد کے لئے لندن بھیج دیں تو میں نے پھر اس خواب کی طرف اشارہ کرکے لکھا کہ خواب تو چاہتا ہے کہ میرے ہمراہ چار پانچ اور بھی وطنوں کو چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کریں اور آپ کے حکم سے۔ آپ کیوں حکم صادر نہیں فرماتے۔ میرے ساتھ تو چار پانچ اور بھی تھے جب آپ نے مجھے جلاوطن کیا۔

بہرحال ہمارے دو تین احباب جو قاضی یار محمد صاحب کے معاملہ میں کچھ متاثر سے ہیں چونکہ وہ اس احمدی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے لئے خواب اور مکاشفات حجت ہوتے ہیں۔ وہ ان امور بالا پر غور کریں یہ رؤیا تو کچھ ایسا قادیان میں مشہور تھا کہ ۱۹۰۹ء میں بعض واقعات کے پیدا ہونے پر جیسے طنزاً اسیر سلطانی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اور ایک میرے قابلِ ادب دوست کے لئے تو یہ میرا اسیر سلطانی کا خطاب بہت سارے پریشان کن حالات کا موجب ہو جایا کرتا تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۴)

خلافت کے قیام پر جماعت احمدیہ کا اجماع

خلافت اولیٰ کے انتخاب کے ایمان افروز حالات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے معاً بعد جماعت کے سامنے سب سے پہلا اور اہم مسئلہ جو پیش آیا وہ آپ کے خلیفہ کا انتخاب تھا۔ پوری جماعت کی نگاہیں خدائی تصرف کے تحت ابتداء ہی سے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طرف اٹھ رہی تھیں مخالفین تک پہلے ہی سے آپ کو مرزا صاحب کا خلیفہ قرار دیتے تھے مگر ظاہری اور مادی نقطۂ نگاہ سے پوری قوم کو خلافت تلے جمع کرنے کی منظم اور جماعتی سطح پر تحریک اٹھانے کا سہرا خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ کے سر ہے جنہوں نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی نعش مبارک کے قادیان پہنچتے ہی باغ میں بیعتِ خلافت کے لئے مولوی محمد علی صاحب کو تحریک کی۔ اور ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین حضرت مولوی نورالدین صاحب ہوں۔" مولوی محمد علی صاحب نے کہا۔ بالکل صحیح ہے اور حضرت مولوی صاحب ہی ہر طرح سے اس بات کے اہل ہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا یہ بھی تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ مولوی محمد علی صاحب نے کہا "اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہوں گے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشاء ہے"۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ "چونکہ وقت بڑا نازک ہے ایسا نہ ہو کہ جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور احمدیوں کے حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں"۔ اس پر مولوی صاحب بھی بیعت کے لئے رضامند ہو گئے

مولوی محمد علی صاحب کو قائل کرنے کے بعد خواجہ صاحب صدر انجمن احمدیہ کے دوسرے اکابر مثلاً شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو لے کر نواب محمد علی خانصاحب کے پرانے مکان پر پہنچے اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ذریعہ سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو بھی بلوا بھیجا۔ اور پوچھا کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکفین و تدفین سے قبل صحابہؓ نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اسی طرح ہم حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ مولوی صاحب نے اس کی پوری پوری تائید کی نیز مشورہ دیا کہ حضرت میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب سے مشورہ کر لینا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب باغ سے بلوائے گئے۔ آپ نے نہایت کشادہ پیشانی سے اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا کہ "حضرت مولوی صاحب سے بڑھ کر کوئی نہیں اور خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے اور حضرت مولوی صاحب ہی خلیفہ ہونے چاہئیں ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے اور حضرت اقدس کا الہام ہے کہ اس جماعت کے دو گروہ ہوں گے ایک کی طرف خدا ہوگا اور یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"

اس کے بعد یہ حضرات باغ میں پہنچے۔ اور حضرت میر ناصر نواب صاحب سے دریافت کیا۔ انہوں حضرت مولوی نورالدین صاحب ہی کی خلافت کی تائید کی ازاں بعد خواجہ کمال الدین صاحب جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف سے بڑھکر کون اس کے قابل ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا جانشین ہو۔ چنانچہ اہلبیت سے مشورہ اور تسلی بخش جواب کے بعد خواجہ صاحب حضور کے دوسرے ساتھیوں کو لے کر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں گول کمرہ میں حاضر ہوئے اور مناسب رنگ میں بیعت خلافت کے لئے عرضداشت کی۔ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا "میں دعا کے بعد جواب دوں گا" چنانچہ پانی منگوایا گیا۔ آپ نے وضو کیا اور غربی کوچہ کے متصل دالان میں (اور مفتی صاحب کی روایت کے مطابق نواب صاحب کے مکان میں جہاں مولوی شیر علی صاحب کے دفتر کا کمرہ تھا۔ نماز نفل پڑھی اور سجدہ میں گر کر بہت روئے اس عرصہ میں یہ وفد باہر صحن میں انتظار کرتا رہا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا۔ چلو ہم سب وہیں چلیں۔ جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر ہے اور جہاں ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب تمام حاضرین سمیت باغ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور کی نعش مبارک باغ ہی میں رکھی تھی۔ اور سب لوگ اس کے اردگرد جمع تھے۔ جہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے کھڑے ہو کر تمام جماعت کی طرف سے ایک تحریر پڑھی۔ جس میں آپ کی خدمت میں بیعت کی درخواست تھی اور اس پر جماعت کے سبھی اکابر کے دستخط ثبت تھے

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی پہلی تقریر

احباب جماعت کی درخواست سننے کے بعد حضرت مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت و استغفار کے بعد آیت ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر پڑھی اور ایک نہایت درد مندانہ تقریر کی جس میں خلافت کی اہمیت کو واضح کیا اور فرمایا کہ:-

"اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں۔ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں"

اس درد بھری تقریر پر سب نے بالاتفاق دردمند دل کے ساتھ عرض کیا کہ ہم آپ کے سبھی احکام مانیں گے۔ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح کے جانشین ہوں، چنانچہ اسی جگہ بارہ سو کے قریب احمدیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور یوں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ مردوں کی بیعت کے بعد مستورات نے بھی بیعت خلافت کی اور سب سے اوّل بیعت کنندہ حضرت سیدۃ النساء ام المومنین رضی اللہ عنہا تھیں۔

ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش کا بیان ہے کہ میں تدفین کے بعد چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور شیخ محمد تیمور کے ہمراہ شہر کو واپس آرہا تھا کہ بڑے باغ کے کنوئیں کے پاس کسی نے پیچھے سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھدیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ ہیں آپ نے فرمایا میاں عطر دین! کیا محمد علی نے میری بیعت کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ انہوں نے بیعت کی ہے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ حضور نے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق یہ دریافت فرمایا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا بابرکت وجود

از مکرم محمد عبدالحق صاحب امرتسری گنج مغلپورہ

خلافت ثانیہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچاس سال گزر چکے ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم ہوئے ۷۵ سال کا عرصہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس سلسلہ نے جس کی بنیاد اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں ایک بیج کے رنگ میں قادیان کی مقدس سرزمین میں رکھی گئی تھی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ وہ شجرہ طیبہ کی طرح آناً فاناً درخت بن گیا کہ اس کی شاخیں دور دور تک چھائی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"یہی یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں۔ کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے۔ اندر ہی اندر نابود ہو جائے۔ اور صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان نہ رہے مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور چلی گئیں اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزار ہا پرند اس پر آرام کر رہے ہیں۔"

(نزول المسیح صفحہ ۶)

چنانچہ مشہور معاند احمدیت مولوی محمد علی صاحب کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ:-

"اس درخت کی ایک شاخ چین میں دوسری جاپان میں اور تیسری انگلستان میں نکل آئی ہے۔" (زمیندار ۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

آج جبکہ اس محبوب امام کی کامیاب خلافت پر امن و امان اور ترقی و عروج کے پورے پچاس سال گزرتے ہیں ہمارے دل خوشی کے جذبات سے لبریز ہیں۔ جب ہم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت کے گزشتہ پچاس سالوں پر ہر کر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ایک طرف ہمارا سر دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ ہمیں اس قحط الرجال کے زمانہ میں خدا نے ایک ایسا راہنما دیا ہے جس کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور دوسری طرف ہماری پیشانی بارگاہ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لانے کے لئے جھک جاتی ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے وہ لیڈر بخشا ہے۔ جو ہر اعتبار سے قابل ہے۔ جماعت احمدیہ کو اپنے اولوالعزم امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ذات سے جو والہانہ عقیدت و محبت ہے وہ صرف برگزیدگان الٰہی کا حصہ ہے۔ آپ کی آواز میں خدا تعالیٰ نے مقناطیسی جذب و قوت رکھی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج تک آپ نے کوئی ایسی تحریک نہیں کی۔ جس پر قوم نے دل و جان سے لبیک نہ کہا ہو۔ یہ آپ کی زبردست قوت قدسیہ کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں نفوس جو آپ کے دامن روحانی سے وابستہ ہیں اپنی ہر چیز آپ پر قربان کرنے کے لئے اشارہ کے منتظر رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر زبردست قبضہ آپ کو اپنی جماعت کے قلوب پر حاصل ہے وہ روحانی لیڈروں کے سوا کسی کو اپنے متبعین پر حاصل نہیں ہو سکتا جماعت احمدیہ کو اپنے امام سے جو شدید عقیدت ہے مخالف کو بھی اس کا اقرار ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جب ایک بد باطن دشمن نے آپ کی وفات کی غلط افواہ پھیلائی تو اخبار "لائٹ" نے اس پر لکھا کہ

"یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمیں آپ سے بعض عقائد میں اختلافات تھے لیکن اس سے ہم ایک مشہور و معروف ہستی کی ان خوبیوں سے جو قدرت نے انہیں فیاضی سے عطا کی ہیں آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اپنے عقائد کے لئے آپ کا جوش اور سرگرمی بحیثیت لیڈر آپ کی پختہ کاری اور ہنرمندی ماہر تنظیم اور سب سے بڑھ کر آپ کی ذاتی مقناطیسی کشش جس کی وجہ سے آپ کے متبعین کو آپ سے حیرت انگیز عقیدت تھی ایسی صفات ہیں جنہیں وہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کو دیکھا بھی نہیں تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

(اخبار لائٹ یکم جون سنہ ۱۹۳۰ء)

پھر یہی اخبار ایک رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"مرزا بشیر الدین صاحب موجودہ وقت کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ ان میں تمام وہ عناصر موجود ہیں جو لیڈر شپ کو مضبوط اور کامیاب بناتے یعنی غیر معمولی فراست جاذب نظر تصور حیات اعلیٰ درجہ کا حسن تدبر مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی تجاویز کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے پر جوش طور پر کام کرنا اور سب سے بڑھ کر ایک قوت عمل رکھنے والی شخصیت تاریخ کے موجودہ دور میں ان کو ایک نمایاں شخصیت قرار دیتے ہیں۔ احمدیہ سٹیج پر اور احمدیہ ماحول میں جہاں قدرت نے انکو رکھنا پسند کیا۔ مرزا بشیر الدین نے اپنے آپ کو اس بلند ترین مقام پر پہنچا دیا جو ایک احمدی کے لئے کھلا ہے۔ یعنی مصلح موعود کا مقام۔" (اخبار لائٹ یکم نومبر ۱۹۴۴ء)

تحریک جدید کے متعلق مصور رسالہ

وکالت تبشیر نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی رہنمائی میں تحریک جدید کی فتوحات کے متعلق آرٹ پیپر پر انگریزی زبان میں ایک مصور رسالہ شائع کیا ہے اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء و مبلغین سلسلہ مغربی ممالک نیز افریقہ اور مشرق بعید کی احمدی مساجد سکولز۔ کالجز وغیرہ کی ڈیڑھ صد تصاویر ہیں یہ رسالہ انگریزی دان طبقہ کو تحریک جدید کے تبلیغی جہاد اور اس کے نتائج سے متعارف کرانے کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے

قیمت صرف تین روپے

ملنے کا پتہ اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ ربوہ

بنگلے، پلاٹ، دکانیں، زرعی زمین، کارخانے، ملیں، ہر قسم کی خرید و فروخت کیلئے
قریشی پراپرٹی ڈیلر ریگل سینما بلڈنگ لاہور کو یاد رکھیں ۔ فون نمبر ۶۹۳۰۰

شاہ میڈیکو لائل پور

لائل پور شہر میں
شاہ میڈیکو
واحد دکان ہے جو مریضوں کی سہولت کے لئے تمام رات کھلی رہتی ہے
مریضوں کی آمد و رفت کے لئے ۲ ایمبولینس کاروں کا بھی انتظام ہے
ضرورت کے وقت ۲۳۰۷ نمبر پر ٹیلیفون کر کے گاڑی منگوائی جا سکتی ہے

شاہ میڈیکو
سوداگران انگریزی ادویات کچہری بازار لائل پور

اب کھلے ڈھکنے والے ڈبوں میں دستیاب ہے

روز وناسپتی

ان ڈبوں میں سے آپ گھی بڑی آسانی اور صاف ستھرے طریقہ سے استعمال کر سکتے ہیں، گھی ختم ہونے کے بعد ان ڈبوں میں روزمرہ استعمال کی چیزیں محفوظ رکھی جا سکتی ہیں۔

روز میں پکائے ہوئے کھانوں کے مخصوص ذائقے اور نفیس خوشبو سے آپ بے حد متاثر ہوں گے، پھر آپ ہمیشہ اسی کو ترجیح دیں گے۔

روز وناسپتی کا انتخاب کیجئے

آج ہی اپنے دکاندار سے خریدئیے

روز وناسپتی کا
سفید چکنا ہوا رنگ اور ذائقہ اس کے اعلیٰ ہونے کی ضمانت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

خاص الخاص دوائیں

دوائے اٹھراں کے ضائع ہو جانے کے لئے	۱۵
سرمہ عجیب ۔ آنکھوں کی بیماریوں کے لئے	۲
حب مبارک ۔ اعصابی کمزوری کے لئے	۲
صندلان ۔ خون کی صفائی کے لئے	۲
آسان ولادت ۔ پیدائش میں آسانی کے لئے	۲
میٹھی نیند ۔ بے خوابی کے لئے	۳
حب مراد ۔ بے اولاد عورتوں کے لئے	۳۰
ہاضوم ۔ ہاضمہ کی خرابی کے لئے	۴
مرہم اعجاز ۔ پھوڑے پھنسیوں کے لئے	۲
اکسیر مرداں ۔ خاص طاقت کے لئے	۱۰
سکھ دھارا ۔ فوری طبی امداد کے لئے	۲
سرفین ۔ کھانسی کے لئے	۲
قرص دماغ ۔ دماغ کی کمزوری کے لئے	۳
تپ توڑ ۔ بخار کے لئے	۲
فرحت ۔ دل کی گھبراہٹ کے لئے	۳

حکیم مخدوم الطاف احمد اکمل الطب والجراحت
دواخانہ فضل جیانی ضلع سرگودھا

کالی دوا

وزلا دار جڑی بوٹیوں کا سفوف ہے
یرقان ۔ ضعف جگر ۔ بھس (کمی خون)
معدہ کی زردی وغیرہ کا بفضلہ تعالیٰ سو فیصدی کامیاب علاج ہے
جگر ۔ پتہ ۔ اور تلی کی مکمل اصلاح
کرتا ہے قیمت فی شیشی ۱ تولہ ۔/۳ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ ۔ ملنے کا پتہ:۔
دواخانہ رحمت ربوہ

سائیکل، ٹرائیسکل اور بچہ گاڑیاں مضبوط اور ارزاں ملنے کا پتہ مجوب عالم اینڈ سنز راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد ۔ لاہور

ضروری گزارش

احباب سے یہ ضروری گزارش ہے کہ الفضل کے مشتہرین سے خط و کتابت کرتے وقت الفضل کا حوالہ ضرور دیا کریں اور ان سے معاملہ کرتے وقت اپنی تسلی ہر طرح کر لیا کریں!

(مینیجر الفضل)